© rasailojaraid.com

مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی دوسری سالانہ کانفرنس

سعید احمد اکبرآبادی

جامعۂ ازہر قاہرہ کے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ (جس کا اصل عربی نام "مجمع البحوث الاسلامیہ" ہے) کی پہلی سالانہ کانفرنس بڑے اہتمام اور عظیم شان و شوکت کے ساتھ گذشتہ سال مارچ میں ہوئی تھی، امسال اس کی دوسری کانفرنس گذشتہ ماہ مئی میں ۱۳ سے ۲۳ تک اسی اہتمام و انتظام سے منعقد ہوئی، بیالیس ممالک کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی، ان ممالک میں جاپان، فن لینڈ، سیلون، تھائی لینڈ اور روس بھی شامل ہیں۔ ہندوستان کی جانب سے مولانا عبدالوہاب بخاری پرنسپل نیو کالج مدراس اور راقم الحروف براہِ راست جامعۂ ازہر کی دعوت پر شریک ہوئے، میں ٹھیک، وقت پر پہونچ گیا تھا۔ مولانا البتہ ہوائی جہاز کے سفر کے رسمی قواعد و ضوابط کی تکمیل میں تاخیر ہوجانے کے باعث کانفرنس کے ختم ہونے سے صرف چار روز قبل پہونچ سکے۔

یہ ادارہ جمہوریہ متحدۂ عربیہ کے قانون نمبر ۱۰۳ کے ماتحت ۱۹۶۱ء میں قائم کیا گیا تھا، اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:-

(الف) اسلامی ثقافت کی تجدید اور اس کی ترویج و اشاعت کرنا۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف کرکے اسے نکھارنا۔

(ب) جدید تہذیب و تمدن نے جو مسائل پیدا کر دیئے ہیں، بحث و گفتگو اور مذاکرہ کے ذریعہ اُن کا اسلامی حل تلاش کرنا اور عہدِ حاضر کی مذہبی اور اجتماعی گتھیوں کو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں سلجھانا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ج) دعوت الی سبیل اللہ کو حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ پھیلانا اور عام کرنا۔

(د) اسلامی ثقافت کے احیاء اور اس کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں غیروں نے جو شاندار اور عظیم کوششیں کی ہیں اُن سے فائدہ اٹھانا اور جو چیزیں اُن میں صحیح نہیں اُن کی نشان دہی کرنا۔

پارلیمنٹ میں اس قانون کی منظوری کے بعد مجمع البحوث الاسلامیہ کی تشکیل، اُس کے طریقِ کار اور دستورِ اساسی کے سلسلہ میں مختلف تجاویز منظور ہوتی رہیں جن پر پابندی سے عمل ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس ادارہ کے ۲۷ ممبر ہیں، جو جمہوریتِ عربیہ متحدہ کے نامزد کردہ ہیں، ان ممبران میں ڈاکٹر عبداللہ الماضی، ڈاکٹر محمود حب اللہ، شیخ ابوزہرہ۔ شیخ علی الخفیف، ڈاکٹر عبدالحلیم محمود۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ العزلی۔ الشیخ محمد نورالحسن۔ ڈاکٹر سلیمان حزین، اور ڈاکٹر اسحٰق موسیٰ الحسینی، خاص طور پر لائقِ ذکر ہیں جو عہدِ حاضر کے مشہور اور بلند پایہ عرب علماء و فضلاء ہیں۔

ادارہ کی ایک مستقل کمیٹی ہے جسے لجنہ کہتے ہیں، یہ سب حضرات اس کمیٹی کے ممبر ہیں، دستوری قرارداد کے مطابق مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ اس کمیٹی کا جلسہ ہونا ضروری ہے۔ سال میں ایک مرتبہ یہ کمیٹی ایک سالانہ کانفرنس (موتمر) منعقد کرتی ہے۔ جس میں ایشیا اور افریقہ، لاطینی امریکہ اور بعض مغربی ممالک کے مسلمان علماء و فضلاء کو شرکت کی دعوت دیتی ہے، یہ کمیٹی سالانہ کانفرنس کے لئے موضوعاتِ بحث و مذاکرہ کا انتخاب پہلے سے کر کے اُن موضوعات کو خود آپس میں تقسیم کر لیتی ہے چنانچہ کمیٹی کے جو ممبر حضرات ان مباحث میں حصہ لینا پسند کریں وہ ایک یا دو موضوعات اپنے لئے منتخب کر کے اُن پر مقالات تیار کرتے ہیں، یہ مقالات اصلاً ہوتے تو ہیں عربی زبان میں لیکن کانفرنس کے بعض شرکاء کے خیال سے ان میں سے ہر مقالہ کا انگریزی اور فرانسیسی ترجمہ بھی ہوتا ہے۔ کانفرنس کے موقع پر پروگرام کے مطابق یہ تمام مقالات ٹائپ شدہ شکل میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں، صاحبِ مقالہ کی جب باری آتی ہے تو کھڑے ہو کر وہ مقالہ پڑھ کر سنا دیتے ہیں، لیکن اگر شیخ ابوزہرہ جیسا کوئی آتش نشاں خطیب ہوا تو وہ مقالہ کو دیکھتا بھی نہیں فی البدیہہ، برجستہ اور شستہ تقریر کر کے اصل موضوعِ بحث پر روشنی ڈالتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کئی بار لکھا جا چکا ہے۔

کانفرنس میں ہر تقریر بیک وقت عربی، انگریزی، اور فرانسیسی زبانوں میں سُنی جا سکتی ہے۔ ان زبانوں میں ترجمہ کرنے والی لڑکیاں جو سب مصری ہیں بلا کی مشاق اور اپنے فن میں طاق ہیں، اُدھر مقرر بولتا جا رہا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِدھر یہ ساتھ کے ساتھ بے تامل ترجمہ کرتی جارہی ہیں - کمال یہ ہے کہ بولنے والوں کے لب ولہجے مختلف - اسالیبِ بیان الگ الگ ، پھر موضوعات نت نئے ، تقریر میں مختلف علوم وفنون کی اصطلاحات بھی ہوتی ہیں ، اور محاورات وضروب الامثال بھی ! لیکن کیا مجال کہ ترجمہ میں کہیں بھی جھول نظر آئے -

لیکن " نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن " کا مقولہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے ! اسی سال ایک صاحب نے انگریزی میں تقریر کی مگر علم تجوید وقرأت کے اصول وضوابط کی پوری رعایت کے ساتھ ! تقریر شروع ہوئی تھی کہ میں نے عربی میں اُس کا ترجمہ سننے کی غرض سے ڈائل کی سوئی کو گھمایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ غریب مترجمہ صاف سپاٹ دوڑنے کے بجائے 'مرغِ پابستہ ' کی طرح گرتی پڑتی جارہی ہے ، اسی طرح کا واقعہ اُس وقت پیش آیا جب ایک صاحب نے اپنی لکھی ہوئی مختصر تقریر عربی میں پڑھنی شروع کی ، اس تقریر کی زبان تو بیشک عربی تھی - لیکن لب ولہجہ عجمی در عجمی میں نے اس تقریر کا انگریزی ترجمہ سننا چاہا تو دیکھا مترجمہ کو بڑی دشواری پیش آرہی ہے - ایک دو لفظ بول کر غائب ہوجاتی اور کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے -

سالانہ کانفرنس کے موقعہ پر دس بارہ دن کانفرنس ہوتی ہے جن میں بحث ومباحثہ کے علاوہ سیروسیاحت اور اہم مقامات کی دید کے لئے جستہ جستہ وقفے بھی ہوتے ہیں ، کانفرنس کے اختتام پر جسے الفترۃ الاولی کہتے ہیں ، مجمع البحوث الاسلامیہ کے ممبروں کی اپنی میٹنگ ہوتی ہے جو دو ہفتہ تک چلتی ہے اور جسے الفترۃ الثانیہ کہتے ہیں ' اُس میٹنگ میں اُن تمام مباحث ، مذاکرات اور مناقشات کی روشنی میں جو کانفرنس میں ہوئے ہیں - کچھ تجاویز اور قرار دادیں منظور کی جاتی ہیں اور آئندہ سال کے پروگرام پر غور وخوض کیا جاتا ہے - چنانچہ اس سال بھی ایسا ہی ہوا -

وہ لوگ جو مجمع البحوث الاسلامیہ کے ممبر نہیں ہیں اور صرف کانفرنس میں شریک ہوتے ہیں اُن کے لئے ایک بڑی دقت جو گذشتہ سال پیش آئی تھی اور اس مرتبہ بھی اُس سے سابقہ پڑا یہ ہے کہ ان لوگوں کو دعوت نامہ کانفرنس کی تاریخ آغاز سے پندرہ بیس دن پہلے ملتا ہے اور وہ بھی صرف دعوت نامہ ہوتا ہے اس کا بالکل علم نہیں ہوتا کہ اس مرتبہ کن معاملات ومسائل پر بحث وگفتگو ہوگی ، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کانفرنس کے مندوبین خالی الذہن پہونچتے ہیں ' اور وہ بحث ومذاکرہ میں علی وجہ البصیرت حصہ نہیں لے سکتے ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات راقم الحروف کو اس مرتبہ خاص طور پر اس لئے اور زیادہ محسوس ہوئی کہ اس سال کانفرنس میں سب سے زیادہ بحث وگفتگو جس موضوع پر ہوئی وہ انشورنس اور بنک کے معاملات کا مسئلہ تھا اور ان دونوں سے متعلق میرے پاس کافی مواد موجود تھا۔ لیکن یہ سب یہیں تھا۔ ان میں سے کوئی چیز وہاں ساتھ نہ تھی۔ اگر موضوع کا علم پہلے سے ہوتا تو یقیناً میں ان دو میں سے کسی ایک پر ایک اچھا خاصا علمی اور تحقیقی مقالہ لکھ کر بھیجتا، چنانچہ میں نے اور میرے ساتھ بعض افریقی دوستوں نے کانفرنس میں اور نجی گفتگو میں بھی اپنی اس دشواری اور محرومی کا تذکرہ کیا تو ذمہ دارانِ کانفرنس نے وعدہ کیا کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ اور کانفرنس کے انعقاد سے دو تین ماہ قبل عنواناتِ بحث سے مطلع کر دیا جائے گا۔

کانفرنس کا افتتاح ۱۳ر مئی (بروز پنجشنبہ) صبح کے ساڑھے نو بجے محافظۃ القاہرۃ یعنی قاہرہ کے گورنر سکرٹریٹ کی عظیم الشان بلڈنگ میں ہوا جو دریائے نیل کے کنارہ واقع ہونے کی وجہ سے نہایت پُرفضا اور کشادہ مقام ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور سکریٹری کی رپورٹ کے بعد سید حسین الشافعی نائب صدر جمہوریہ متحدہ عربیہ نے نہایت فصیح وبلیغ زبان میں بڑی پُرجوش افتتاحی تقریر کی جس میں انھوں نے مجمع البحوث الاسلامیہ کے قیام، اُس کے اغراض ومقاصد اور کانفرنس کے انعقاد سے غرض پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلامی فقہ کی تدوینِ جدید جس میں نئے مسائل ومعاملات کا صحیح اسلامی حل بھی پیش کیا گیا ہو وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اور ظاہر ہے یہ کام اس قدر اہم اور عظیم الشان ہے کہ عالمِ اسلام کے علماء وفضلا اور اربابِ فکر ونظر کے باہم اشتراک وتعاون کے بغیر سر انجام نہیں پا سکتا۔ اب جبکہ ہم مغرب کے سیاسی استعمار سے آزاد ہیں ضروری ہے کہ ہمارا فکر اور ہمارا خیال بھی ان سب اثرات سے آزاد ہو اور ہم خود اپنا نظامِ زندگی برپا کریں۔

کانفرنس کے رسمی افتتاح کے بعد جلسہ برخاست ہوگیا۔ دوسرے دن جمعہ تھا سب حضرات کو مسجد حسین[1]

---

[1] یہ نہایت عظیم الشان اور بیحد آراستہ وپیراستہ مسجد جامع ازہر سے بالکل متصل ہے۔ مشہور ہے کہ سیدنا امام حسینؓ کا سرِ اقدس یہیں دفن ہے۔ اسی لئے اس کا نام مسجدِ حسین ہے۔ صبح سے شام تک عقیدت مند مردوں اور عورتوں کا مزار پر ہجوم رہتا ہے۔ صدر جمال عبدالناصر نے اپنے دورِ حکومت میں اس مسجد میں مزید توسیع اور تعمیر کرائی ہے اور خود بھی جمعہ کی نماز پابندی سے اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا مسجد امام شافعی (حضرت امام شافعی کا مزار یہیں ہے اس لئے یہ مسجد آپ کے نام سے منسوب ہے) یا قدیم مصر میں جسے تاریخ میں فسطاط کہتے ہیں اور یہاں حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کا مزار مرجع عوام وخواص ہے۔ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جاتا تھا اس لئے سوائے دعوت شب کے اس دن کوئی نشست نہیں ہوئی۔ اب پندرہ مئی سے کانفرنس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی تو پروگرام یہ رہتا تھا کہ روزانہ دو نشستیں ہوتی تھیں، ایک صبح ۹½ سے ایک بجے تک اور دوسری شام کے وقت پانچ سے سات ساڑھے سات بجے تک کانفرنس کی صدارت الامام الاکبر الشیخ حسن مامون شیخ جامعۃ ازہر[1] کرتے تھے، ان کے دائیں جانب ڈاکٹر عبداللہ الماضی اور بائیں طرف ادارہ کے سکریٹری ڈاکٹر محمود حب اللہ، ڈائس پر ان کی امداد کے لئے بیٹھتے تھے۔ پورا ہال ایرکنڈیشنڈ تھا، کانفرنس کے دوران میں صبح شام دونوں وقت پندرہ منٹ کا وقفہ چائے یا کافی یا پھلوں کا عرق پینے اور ستانے کے لئے ہوتا تھا۔ جس میں سب شرکائے کانفرنس آپس میں ملتے جلتے اور گفتگو بھی کرتے تھے۔

کانفرنس میں جو مقالات پڑھے گئے سب ایک سے ایک بہتر تھے۔ بعض اہم مقالات حسب ذیل ہیں۔

(۱) الزکوٰۃ۔ از شیخ ابو زہرۃ۔ یہ فلس کیپ کے اسّی صفحات کا مقالہ ٹائپ کیا ہوا تھا۔ لیکن شیخ نے اپنی عادت کے مطابق تقریر ہی کی۔ اُن کی تقریر سُن کر حیرت ہوتی تھی کہ گویا وہ ہدایہ۔ یا المبسوط للسرخسی کی پوری کتاب الزکوٰۃ از اوّل تا آخر لفظ بلفظ سنا رہے تھے۔ اسباب وجوب اور نصاب زکوٰۃ پر مفصل گفتگو

---

[1] شیخ عبدالرحمٰن شلتوت کے انتقال کے بعد شیخ حسن مامون کا شیخ جامع ازہر کے عہدہ پر تقرر ابھی پچھلے دنوں ہوا ہے۔ جامع ازہر میں اب جو اصلاحات ہوئی ہیں اُن کی رو سے شیخ جامع ازہر کا تعلق اب صرف تعلیمی معاملات سے رہ گیا ہے، انتظامیہ کے صدر آج کل شیخ حسن الباقوری ہیں جن کا عہدہ مدیر جامع ازھر ہے، یہ عہدہ ہماری یونیورسٹیوں میں وائس چانسلر کے عہدہ کے برابر ہے۔ شیخ حسن الباقوری مصر کے نامور عالم، بڑے فاضل، متعدد کتابوں کے مصنف اور بلند پایہ ادیب و شاعر ہیں۔ انقلاب سے پہلے اخوان المسلمین کے چوٹی کے لیڈروں میں سے تھے۔ لیکن ان کا تعلق جماعت کے اُس دائیں بازو سے تھا جس نے انقلاب کو تسلیم کرلیا اور صدر جمال عبدالناصر کو اپنے تعاون اور اشتراک کا یقین دلایا، ایک شب موصوف کی طرف سے ہم سب لوگوں کا نہایت شاندار ڈنر تھا۔ اس موقع پر خاکسار کو بھی موصوف سے ملاقات اور دیر تک بات چیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی شخصیت بڑی جاذب اور مؤثر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے بعد شیخ نے زکوٰۃ سے متعلق اُن بعض مسائل پر روشنی ڈالی جو آج کل ہمارے زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں، مثلاً یہ کہ زکوٰۃ اسٹیٹ ڈیوٹی ہے یا نماز کی طرح ایک شخصی عبادت ہے۔ زکوٰۃ غیر مسلموں پر بھی صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ عہدِ نبوت میں بیس مثقال سونا دو سو درہم کے برابر ہوتا تھا۔ مگر آج یہ صورت حال قائم نہیں رہی ہے۔ تو اب حکم کیا ہو گا؟ نیز یہ کہ کوئی مسلم حکومت اپنے ہاں کے غیر مسلموں پر زکوٰۃ بہ طور ٹیکس عائد کر سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن میں جو مصارفِ زکوٰۃ بیان کئے گئے ہیں اُن میں غارمین - ابن السبیل - اور مؤلفۃ القلوب سے کون لوگ مراد ہیں؟ عرب میں ہاکی نہیں تھا۔ اس لئے کتبِ فقہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اب لوگ اُس کی تجارت کرتے ہیں۔ تو اس پر زکوٰۃ ہو گی یا نہیں؟ اور اگر ہو گی تو کس شرح سے؟ وجوبِ زکوٰۃ کے لئے نمو شرط ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ ملکی ٹیکس زکوٰۃ کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ پروویڈنٹ فنڈ، یا کمپنی کے حصص وغیرہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو اُس کا حساب کیوں کر ہو گا؟ غرض کہ پوری تقریر بڑی جامع - مدلل اور بصیرت افروز تھی اور شیخ کے حسنِ خطابت نے سونے پر سہاگہ کر دیا تھا۔

(۲) شبابنا المثقف امام الایمان والتدین - یہ مقالہ شیخ ندیم الجسر کا تھا جو مجمع البحوث الاسلامیہ کے ممتاز رکن اور بلند پایہ عالم ہیں، اس مقالہ میں موصوف نے اس پر بحث کی تھی کہ عالمِ اسلام کے نوجوانوں میں آج کل دین سے انحراف اور مغربی تہذیب کی طرف غیر معمولی رجحان و میلان پیدا ہو رہا ہے، اور جو اسلام کے لئے عظیم ترین خطرہ ہے۔ اُس کے داخلی اور خارجی اسباب و دواعی کیا ہیں؟ اور ان کی اصلاح کیوں کر کی جا سکتی ہے۔ موصوف نے مقالہ کا آغاز اس ایک عبرت انگیز واقعہ سے کیا تھا کہ اسی ماہِ رمضان کا ذکر ہے تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے کمر ذرا سیدھی کی تھی کہ ایک بوڑھا شخص میرے پاس آیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میری اولاد میں سے کوئی بھی روزہ نہیں رکھ رہا ہے، اب بتائیے میں کیا کروں؟ میں کس طرح یہ برداشت کروں کہ میرے جگر کے ٹکڑے دوزخ کا ایندھن بنیں۔

(۳) فلسطین واسرائیل : از ڈاکٹر اسحٰق موسیٰ الحسینی۔

(۴) احد مراجع الشیعۃ فی الفتوی والتقلید - یہ شیعوں کے نامور عالم اور مجتہد امام کاشف الغطا کا مقالہ تھا جس کو اُن کی طرف سے السید کاظم الکفائی نے پڑھ کر سنایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵) مدخل الی البحوث الاسلامیۃ - یہ ایک مختصر مقالہ مراکو کے نوجوان مگر نہایت پُرجوش اور دیندار پروفیسر ادریس الکتانی کا تھا جس میں انھوں نے اس پر بحث کی تھی کہ اسلامی موضوعات پر بحث کرتے وقت ہمارا موقف اور منہج کیا ہونا چاہیئے -؟

(۶) الصدقۃ فی الاسلام - اس عنوان سے ایک سیر حاصل مقالہ ڈاکٹر محمد مہدی علام نے پڑھا: اس میں موصوف نے بتایا کہ صدقہ کے معنی کیا ہیں؟ اس میں اور زکوٰۃ وعشر وغیرہ میں کیا فرق ہے؟ اس پر کتاب وسنت کی روشنی میں گفتگو کرنے کے بعد انھوں نے ثابت کیا کہ صدقہ درحقیقت اُن ہنگامی حالات وحوادث کا تدارک کرنے کے لئے شروع کیا گیا ہے جو سوسائٹی یا فرد کے اقتصادی اور معاشی حالات کو متاثر کرتے ہیں، اس طرح صدقہ گویا ایک اجتماعی انشورنس ہے، پھر موصوف نے بتایا کہ صدقہ، ہدیہ اور ربوا ان تینوں میں کیا فرق ہے - آخر میں انھوں نے اس سلسلہ میں حسب ذیل تجویزیں پیش کیں -

(الف) صدقہ کے معاملہ میں شخصی آزادی برقرار رہنی چاہیئے -

(ب) صدقہ کے باب میں اسلام کا فلسفہ کیا ہے؟ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیئے -

(ج) تمام صدقات ایک عام صندوق میں رکھے جائیں -

(د) شرعاً جو صورت جائز ہو اس پر عمل کرکے صدقات کی رقم میں اضافہ کیا جائے -

(ہ) اس میں سے کچھ رقم پوشیدہ صدقہ کی صورت میں تقسیم کی جائے -

(و) اس رقم میں سے ضرورتمندوں کو روپیہ قرض بھی دیا جائے -

یہ سب مقالات ایسے تھے کہ ان پر نہ بحث وتنقید کی ضرورت تھی اور نہ زیادہ مناقشہ ومذاکرہ کی - البتہ اس مرتبہ پوری کانفرنس میں سب سے زیادہ جس پر سنجیدہ - علمی، دقیق اور بعض اوقات نہایت گرم اور تلخ بحث ہوئی وہ انشورنس اور بنک کے کاروبار کا موضوع ہے - ان دونوں بحثوں نے کانفرنس کے پورے چار دن لے لئے - پہلے یعنی ۱۵ مئی کو صبح کی نشست میں مشہور عالم اور بلند پایہ مصنف الاستاذ علی الخفیف نے انشورنس (عقد التامین) پر بڑا جامع اور سیر حاصل مقالہ پڑھا - اس میں انھوں نے انشورنس کی تعریف، اُس کی حقیقت، اقسام وانواع اور ان کے الگ الگ خصوصیات پر گفتگو کرنے کے بعد ان میں سے ہر ایک کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائزہ اسلامی احکام کی روشنی میں لیا تھا۔ اور آخر میں انھوں نے اپنی رائے یہ ظاہر کی تھی کہ زندگی کے بیمہ کے جواز میں تو انھیں ابھی تامل ہے۔ لیکن جائداد، مالِ تجارت یا اور دوسری چیزوں کے بیمہ میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، یہ مقالہ ختم ہوا تو شیخ ابوزہرہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے نہایت پُر زور تقریر میں شیخ علی الخفیف کے دلائل کا رد کیا۔ اور انشورنس کی ہر قسم کو ناجائز بتایا۔ اصل یہ ہے جیسا کہ شیخ محمد ابوزہرہ نے اپنی تقریر میں کہا بھی تھا۔ شیخ علی الخفیف کی ساری گفتگو بحیثیت ایک قانون داں کے تھی اور انھوں نے اربابِ قانون کے آراء کو ہی احکامِ فقہیہ کی بنیاد قرار دیا تھا۔ اس کے برخلاف شیخ محمد ابوزہرہ کی تمام تر گفتگو خالص فقیہانہ تھی۔ باخبر اصحاب کو معلوم ہے۔ شام کے مشہور فاضل اور عالم شیخ مصطفیٰ احمد زرقا جو اسلامی فقہ و قانون پر متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے عقد التامین کے عنوان سے ایک پُر مغز اور سیر حاصل کتاب لکھی ہے۔ جس میں انشورنس کا جواز ثابت کیا ہے۔ شیخ ابوزہرہ نے اس کتاب کا رد لکھا ہے۔ اور وہ بھی چھپ گیا ہے، اسی بنا پر شیخ علی خفیف اور شیخ ابوزہرہ نے اس موقع پر جو کچھ کہا وہ کم و بیش وہی ہے جو شیخ زرقا کی کتاب اور اس کے رد میں ہے۔

ان دونوں حضرات کی تقریروں کے بعد مسئلہ کانفرنس میں بحث کے لئے پیش ہوا۔ اس سلسلہ میں جن حضرات نے سنجیدہ اور وقیع تحریری یا زبانی تقریریں کیں اُن میں ڈاکٹر عبدالحلیم محمود پرنسپل کلیۃ الشریعۃ واصول الدین۔ شیخ علی کاشف الغطا۔ اور شیخ عبدالحمید السائح۔ رئیس محکمۃ الاستئناف الشرعیۃ فی الاردن۔ خاص طور پر لائقِ ذکر ہیں۔

یہ بحث ختم ہوئی تو بنکوں کے کاروبار کا موضوع سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اردن کے مشہور فاضل الاستاذ دفیق القصار نے "المصارف المالیۃ" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ پڑھا جس میں فقیہانہ بات کوئی نہیں تھی، صرف بنکوں کے کاروبار کی ٹکنکل تشریح۔ اُس کے فوائد، اور انسانی تہذیب و تمدن اور معاشی خوش حالی میں اس کاروبار کے حصہ کا تذکرہ تھا۔ اس کے جواب میں بھی پہلی تقریر شیخ محمد ابوزہرہ کی ہوئی جو کم و بیش دو گھنٹہ مسلسل جاری رہی۔ اس تقریر میں فصاحت و بلاغت کا زور بھی تھا اور ظرافت و بذلہ سنجی کی چاشنی بھی، فقیہانہ ژرف نگاہی بھی تھی اور غیرت و حمیتِ دینی کا مظاہرہ بھی! شیخ کی پوری تقریر کا حاصل یہ تھا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمپنیوں کی شکل میں بنک کے کاروبار کی جتنی قسمیں ہیں وہ سب ربوا کے تحت میں آتی ہیں اور ربوا بنصِ صریح حرام ہے۔ اس میں غور وخوض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ الاستاذ دفیق القصار نے اپنے مقالہ میں اصل موضوع سے متعلق کوئی فقیہانہ بحث تو کی نہیں تھی۔ البتہ ایک جگہ مفتی محمد عبدہ کا حوالہ دے کر یہ کہا تھا کہ مفتی صاحب نے بنک کے سود کو جائز کہا ہے۔ شیخ ابوزہرہ اپنی جوابی تقریر میں جب یہاں پہونچے تو انھوں نے نہایت پُرزور اور بڑے خشمگیں لب ولہجہ میں کہا کہ "ہم شیخ مفتی محمد عبدہ کا بڑا ادب واحترام کرتے ہیں، وہ ہمارے پیشوا اور امام ہیں۔ لیکن ایک مفتی محمد عبدہ نہیں اگر ایسے ہزار مفتی بھی قرآن کی نصِ صریح کے خلاف کوئی بات کہیں گے تو ہم اسے بلا تامل ٹھکرا دیں گے" شیخ نے یہ فقرہ کچھ ایسے ڈرامائی انداز میں ادا کیا کہ پورا ہال گونج اٹھا۔ اور لوگوں نے پرچیر زدی۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد عبداللہ العربی نے بھی ایک نہایت بسوط۔ سیرحاصل اور جامع مقالہ پڑھا جس میں بنک کے کاروبار کی نوعیت، اُس کے مختلف پہلو، اور اُس کے انواع واقسام پر فنی اور قانونی گفتگو کرنے کے بعد فقہ اسلامی کی روشنی میں اُس پر مدلل بحث کی گئی تھی اور آخر میں انھوں نے صاف کہا تھا کہ بنک کے سود کے لئے کوئی وجہ جواز ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔ ساتھ ہی الاستاذ دفیق القصار نے بنکنگ کے فضائل وبرکات پر جو لکچر دیا تھا۔ اُس کی بھی تردید کی گئی تھی۔ اس کے بعد جب یہ مسئلہ عام بحث کے لئے پیش کیا گیا تو اس میں متعدد حضرات نے حصّہ لیا۔ شیخ ابوزہرہ نے اپنی تقریر میں ایک موقع پر امام ابوحنیفہؒ کا ایک مشہور قول نقل کرتے ہوئے کہا تھا کہ حربی اور مسلم میں ربوا نہیں ہے۔ یعنی وہ جائز ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے ایک مختصر تقریر کی' اور اس میں کہا کہ اگر امام صاحب کی طرف اس قول کا انتساب صحیح ہے تو میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ جب قرآن میں وحرم الربوا عام اور مطلق ہے تو کسی نص یا حدیث متواتر کے بغیر اُس کی تخصیص اور تقیید کس طرح جائز اور درست ہوسکتی ہے؟ مزید وضاحت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ ائمہ اور فقہاء اس بات میں اختلاف کرسکتے ہیں کہ فلاں معاملہ ربوا کے تحت میں آتا ہے یا نہیں؟ لیکن اگر کسی معاملہ کی نسبت یہ ثابت ہوجائے کہ ربوا کی تعریف اُس پر صادق آتی ہے تو اب دنیا میں کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ وہ معاملہ جائز ہے۔

کانفرنس میں یہ دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور تعجب بھی کہ یہ موضوع جب عام بحث کے لئے ہم لوگوں کے سامنے پیش ہوا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحث وگفتگو میں بعض اوقات بڑی سخت اور ناگوار قسم کی تلخی اور بدمزگی پیدا ہوگئی، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ استاذ رفیق القصار نے اپنے مقالہ کے آخر میں لکھا تھا کہ "ہم لوگ تہذیب وتمدنِ مغرب سے فیض یاب دکامجو ہو رہے ہیں تار برقی، ریڈیو، ٹی، وی، ریل، موٹر، ہوائی جہاز، رفر یجریٹر، ایرکنڈیشنڈ مکان، شاندار عمارتیں، کارخانے اور فیکٹریاں، علوم وفنون، صنعت وحرفت، فلاحت وزراعت میں حیرت انگیز ایجادات واختراعات، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو مغرب کے نظامِ زندگی اور اس کے کلچر کا عطیہ ہیں اور جن سے ہم سب اپنی روزمرہ کی زندگی میں لطف اندوز ہو رہے ہیں، تو اب کیا ہماری یہ بدنصیبی نہیں ہوگی کہ ہم ان سب چیزوں سے فائدہ تو اٹھائیں لیکن جس مالی نظام نے ان سب کو پیدا کیا ہے اُس کو نہ اپنائیں"

ان جملوں نے مجلس میں بڑی برہمی اور برافروختگی پیدا کردی، چنانچہ شیخ ابوزہرہ، اور ڈاکٹر محمد عبداللہ العربی نے تو اپنی جوابی تقریروں میں جو کچھ انہیں کہنا تھا وہ کہا ہی! ان کے بعد ڈاکٹر عبدالحلیم محمود نے سخت برہم ہوکر غضب آلود تقریر کی جس میں استاذ رفیق القصار کے اسلام اور ایمان تک پر حملہ تھا۔ استاذ رفیق القصار کو سخت ناگواری ہوئی اور وہ احتجاج کرکے کانفرنس سے باہر چلے گئے مگر جس ناگواری اور غم وغصہ کا اظہار ڈاکٹر عبدالحلیم محمود[1] نے کیا اُس میں وہ تنہا نہیں تھے بلکہ دوسرے، اردن، شام وعراق اور الجزائر ومراکو کے مندوبین بھی اُن کے ساتھ شریک تھے، چنانچہ اس بحث کے خاتمہ پر استاذ رفیق القصار نے آخری تقریر کی تو انھوں نے صاف کہا کہ بعض دوستوں نے مجھ پر الحاد وزندقہ کا الزام لگایا ہے، حالانکہ اللہ، اس کے رسولؐ۔ قرآن اور یوم آخرت پر میرا ایمان ایسا ہی پختہ ہے جیسا کہ کسی ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔

اگرچہ کانفرنس میں ضمنی طور پر اس کا بھی ذکر آیا کہ دعوت الی الحق والرشاد کا ایک عالمگیر پروگرام کس طرح بنایا جائے۔ عربی زبان کی توسیع کے لئے کیا کیا جائے اور مجمع البحوث الاسلامیہ نے ان دونوں امور سے متعلق

---

[1] موصوف جامعہ ازہر کے دینیات کالج کے پرنسپل ہیں، اگرچہ ایک عرصہ تک فرانس میں قیام کیا ہے اور وہیں کے ڈاکٹر ہیں لیکن بڑے متشرع۔ متدین اور متبحر عالم ہیں۔ تسبیح ہر وقت انگلیوں میں گھومتی رہتی ہے۔ تنسک اور تصوف کا رنگ غالب ہے۔ میں نے اپنی گفتگو میں ہندوستان کے قریب العہد علماء اور ان کی تصنیفات۔ اور اسلامی وعربی علوم وفنون کے مرکز اشاعت اداروں کا ذکر کیا تو بیحد مسرور ہوئے اور جو کچھ میں نے کہا اُس کو اپنی ڈائری میں درج کرلیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجاویز مرتب بھی کرلی ہوں گی، لیکن کانفرنس کے اہم موضوعاتِ بحث وہی تھے جن کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے، کانفرنس کے دنوں میں جو وقفے تھے اُن میں سے ڈیڑھ دن ہم لوگوں نے غزۂ فلسطین کے سفر اور وہاں کے قیام میں گذارا۔ ایک دن مدیریۃ التحریر اور ۲۲ مئی کو کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ایک دن اسوان ڈیم جسے السد العالی کہتے ہیں اُس کی دید و زیارت میں بسر ہوا۔ میں ان تینوں مقامات کو پہلے یعنی گذشتہ سال بھی دیکھ چکا ہوں مگر جی کو سیری کہاں ہوتی ہے۔

غزۂ فلسطین اسرائیل کی سرحد پر واقع ہے۔ اقوامِ متحدہ کی فوج یہاں رہتی ہے۔ سرحد پر کھڑے ہو کر دیکھا تو اسرائیل کے گاؤں، دیہات اور آبادیاں صاف نظر آتی ہیں، یہاں کئی لاکھ فلسطینی مہاجر آباد ہیں ان کی حالت نہایت زبوں اور حد درجہ قابلِ رحم ہے۔ چھوٹے چھوٹے سے مکان ہیں۔ ہم نے ان مکانوں کے اندر جا کر دیکھا تو جگر خون ہوتا تھا۔ ایک مکان جس میں چار آدمی مشکل سے رہ سکتے ہیں اُس میں دس دس اور بارہ بارہ مرد عورتیں اور بچے بچیاں بھرے ہوئے ہیں۔ طرزِ معیشت نہایت پست، تنگ حالی اور تنگ دستی ہر شخص کے چہرہ بشرہ سے عیاں۔ بچے اور بچیاں ایسے حسین کہ گویا حور و غلمان جنّت سے اتر آئے ہیں۔ لیکن اس درجہ خستہ حال اور فلاکت زدہ کہ دشمنوں کو بھی دیکھ کر رحم آئے۔ ہمارا قافلہ جب ان کی آبادی میں پہونچا تو یہ لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے اور اپنی حالتِ زار بیان کرنی شروع کردی۔ جمعیتِ اقوامِ متحدہ کی طرف سے ان کا جو آذوقہ مقرر ہے وہ بالکل ناکافی ہے۔ غرض کہ حسرت و الم اور رنج و تکلیف کا وہ روح فرسا منظر ہے کہ خدا کی پناہ! عجیب شش و پنج کا عالم ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ فلسطین کے دس لاکھ مہاجر جو یہاں، شام اور اردن میں پھیلے ہوئے ہیں، آخر ان کا انجام کیا ہو گا۔ فرزندانِ توحید کی اتنی بڑی آبادی ضائع ہو رہی ہے! جب یہ خیال آتا ہے تو کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ میں نے بہت سے عرب دوستوں سے گفتگو کی۔ مگر کسی سے کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ سب امیدِ فردا میں جی رہے ہیں۔ گذشتہ سال کی طرح امسال بھی شب بھر کے لئے ہمارا یہاں قیام فندق الاندلس میں ہوا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس ہوٹل میں گذشتہ سال میرا قیام کمرہ نمبر ۸ میں ہوا تھا اور اس مرتبہ بھی یہی کمرہ میرے حصّہ میں آیا۔ اللہ اکبر! تاریخ اپنے آپ کو کس طرح دہراتی ہے۔

ہم لوگ قاہرہ سے عریشہ تک ہوائی جہاز میں گئے تھے اور وہاں سے غزہ کاروں اور بسوں کے ذریعہ پہونچے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واپسی بھی اسی طرح ہوئی۔ غزہ میں دوسرے دن جمعہ تھا۔ صبح کے اوقات میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں قضیۂ فلسطین پر تقریریں کی گئیں۔ اس کے بعد ذرا بازاروں میں گھومے۔ ساڑھے بارہ بجے مسجدِ عمر میں نمازِ جمعہ ادا کی، یہ غزہ کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پرانی مسجد ہے۔ وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ رومن امپائر کے زمانہ میں یہاں گرجا تھا۔ مسلمانوں نے فلسطین کو فتح کیا تو اس گرجا کو مسجد بنا لیا۔ اور اسے حضرتِ عمرؓ کی طرف منسوب کر دیا۔ اگرچہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت ہماری نظر سے نہیں گذرا لیکن اس مسجد کی ساخت اور وضع کے اعتبار سے یہ بات کچھ ایسی خلافِ قیاس بھی نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد غزہ کے گورنر محمد یوسف عجرود کے عالی شان مکان پر پہونچے۔ وہاں نہایت پُر تکلف لنچ تھا۔ اس سے فراغت کے بعد قاہرہ کے لئے واپس ہو گئے۔

رہے مدیریۃ التحریر اور اسوان بند! تو حقیقت یہ ہے کہ منجملہ اور دوسری چیزوں کے یہ دونوں جمہوریۂ متحدۂ عربیہ کے ترقیاتی منصوبوں کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز کرشمے ہیں، اوّل الذکر قاہرہ اور اسکندریہ کے وسط میں ایک بالکل جدید شہر ہے جو ریگستان کے قلب میں کھڑا ہوا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اسکی تعمیر کا کام شروع ہوا تھا۔ اور آج یعنی پانچ برس کے اندر اندر وہاں شاندار عمارتیں بھی ہیں اور مکانات بھی! کارخانے بھی ہیں اور فیکٹریاں بھی! اسکول اور شفاخانہ بھی، کھیت لہلہا رہے ہیں اور باغات بھی جھوم رہے ہیں،

ریگستان کے اس علاقہ کو ایک خاص طریقۂ آبپاشی کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہے جسے عربی میں الری بالرش اور انگریزی میں IRRIGATIRN BY SPRAYING کہتے ہیں زمین کے دامن میں پانی کے جو ذخیرے محفوظ ہیں پہلے اُن کو کنوؤں کی شکل میں یکجا کرتے ہیں اور پھر مشینوں کے ذریعہ پائپ لگا کر پورے علاقہ میں پھیلا دیتے ہیں۔ ان نلکیوں سے پانی فوارہ کی طرح نکلتا ہے، تا حدِ نظر یہ فوارے چاروں طرف پانی پھینکتے ہوئے نظر آتے ہیں تو عجیب دیدنی سماں ہوتا ہے۔ ہمارا ملک اتنا بڑا اور وسیع و عریض زراعتی ملک ہے، لیکن آبیاری کا یہ طریقہ اب تک یہاں اختیار نہیں کیا گیا، ابھی پچھلے دنوں اخبارات میں دیکھا کہ ہندوستان کے محکمۂ زراعت کے چند افسر اسی طریقۂ آبپاشی میں ٹریننگ حاصل کرنے کی غرض سے مصر گئے ہیں۔

مدیریۃ التحریر اور قاہرہ کے درمیان جو نئے گاؤں مثلاً قریۂ عمر۔ قریۂ صلاح الدین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قریۂ اعرابی اور قریۂ ام علی وغیرہ آباد ہیں، واپسی میں ہم لوگوں نے ان دیہاتوں کو بھی دیکھا۔ سبحان اللہ! یہ دیہات کیا ہیں؟ گرام سدھار کا اعلیٰ ترین اور مثالی نمونہ ہیں۔ ہر مکان نہایت صاف ستھرا، فراخ اور کشادہ، سادہ مگر ضروری فرنیچر سے آراستہ، وضع قطع سب کی یکساں، ہر مکان میں سونے، بیٹھنے کے کمرے الگ الگ، بھرباورچیخانہ، پُستری جدید طرز کے باتھ روم ساتھ ساتھ، برآمدہ اور چھوٹا سا باغیچہ یا لان ہر ایک کا جز، ہر مکان میں ٹی وی نہیں تو ریڈیو ضرور، عورتوں اور مردوں کے لباس دہی پرانے طرز کے، لانبے لانبے کرتے، مگر صاف ستھرے، دُھلے دھلائے اور استری کئے ہوئے، ہر شخص تندرست و توانا۔ سُرخ و سفید، اور فربہ، چہروں پر شادمانی و حوصلہ مندی۔ کوئی افسردہ وملول اور غمگین نہیں، بچوں اور بچیوں کے لئے مکتب اور مدرسے، جہاں تعلیم اور اُس کے لوازم سب مفت۔ بیماروں کے لئے شفاخانے، کسبِ معاش کے لئے گھریلو صنعتوں اور دستکاریوں کے وافر انتظامات، پولٹری اور ڈیری فارم وغیرہ ہر گاؤں میں!

اسوان بند پورے ایشیا کا عظیم الشان پروجیکٹ ہے۔ ہزاروں انجینئر۔ مستری اور مزدور، ملکی اور غیر ملکی شب و روز بڑی سرگرمی اور جوش وخروش کے ساتھ کام کر رہے ہیں، کام کی سرعتِ رفتار کا یہ عالم ہے کہ پہلے اس منصوبہ کی تکمیل کا سال ۱۹۶۸ء مقرر کیا گیا تھا۔ مگر اب یہ ایک سال مقدم ہو گیا ہے۔ یعنی ۱۹۶۷ء میں یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دریائے نیل کا رُخ بدل جانے کے باعث پورا صحرا سرسبز و شاداب ہو کر گل و گلزار بن جائے گا، اس کا اثر ملک کی اقتصادی حالت پر جو کچھ ہوگا اس کا پورا نقشہ بنا ہوا یہاں آویزاں ہے۔

صدر جمال عبدالناصر کے یہ اور اس جیسے دوسرے بیسیوں عظیم الشان کارنامے ہیں جنھوں نے جمہوریۂ متحدۂ عربیہ کے ایک ایک متنفس کے دل میں ان کی غیر معمولی محبت اور عزت و عظمت پیدا کر دی ہے اور دوسری جانب افریقہ اور ایشیا کے مسلمان ملکوں کا سب سے زیادہ باہوش، مدبر اور مخلص و باعمل لیڈر بنا دیا ہے۔

سیاست۔ اقتصادیات و معاشیات اور تعلیم کے میدانوں میں صدر جمال عبدالناصر کی جو خدمات ہیں وہ اپنی جگہ پر! اسلامی قوانین و احکام کی تدوین و ترتیبِ جدید اور عالمِ اسلام کے چیدہ و منتخب علماء کے مشورہ سے مسائل و معاملاتِ جدیدہ کا اسلامی حل تلاش کرنے کی کوشش کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ مجمع البحوث الاسلامیہ اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے جو پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ اپنا کام کر رہا ہے، یہ تنہا ایک کارنامہ ایسا ہے کہ جمہوریہ متحدۂ عربیہ اس پر جتنا بھی فخر کرے بجا ہے۔

© rasailojaraid.com